علم کے اَدوات
اور معاون انسانی اعضاء

حافظ محمد مشتاق ربانی

اِس مضمون میں قرآن حکیم کی روشنی میں علم کے بعض بنیادی اَدوات (آلات)' جیسے قلم' دوات' روشنائی' قرطاس' لوح اور انسانی بدن کے بعض معاون اعضاء وجوارح' جیسے کان' آنکھیں' دل' ہاتھ' پاؤں اور زبان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان کے اوپر مختصراً روشنی ڈالتے ہیں۔

ا) القلم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴿۴﴾﴾ (العلق) ''جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔''

اس آیت میں قلم کا ذکر ہے' جو حصولِ علم کے لیے ایک اہم معاون ہے۔ قرآن کریم میں اس کی قسم بھی کھائی گئی ہے۔ سورۃ القلم کی پہلی آیت میں فرمایا:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ﴿۱﴾﴾ ''ن' قسم ہے قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں (اس کی قسم)''۔

ابن منظور ''لسان العرب'' میں لکھتے ہیں:

''قلم وہ ''آلہ'' ہے جس کی مدد سے لکھا جاتا ہے۔ عربی لغت میں اس کی جمع اَقْلَام اور قِلَام ہے اور قرآن شریف میں اَقْلَام استعمال ہوئی ہے۔ سورۂ لقمان کی آیت ۲۷ میں فرمایا گیا: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ......﴾ ''اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں......''

واضح رہے کہ قرآن کریم میں ''القاء الاقلام'' قرعہ اندازی کے مفہوم میں اِستعمال ہوا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۴۴ میں فرمایا گیا: ﴿وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَیُّھُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ ص﴾ ''اور آپ اُس وقت وہاں موجود نہ تھے جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریم کا سرپرست

کون ہوا اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے‘‘۔

قلم کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی (ت ۱۹۹۷ م) ’’تدبر قرآن‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’سابق انبیاء علیہم السلام نے جو تعلیم دی وہ زبانی تعلیم کی شکل میں تھی‘ جس کو محفوظ رکھنا نہایت مشکل تھا۔ وہ بہت جلد یا تو محرف ہو کر مسخ ہو جاتی یا اس پر نسیان کا پردہ پڑ جاتا‘ اللہ تعالیٰ نے دین کو اِس آفت سے محفوظ رکھنے کے لیے انسان کو قلم اور تحریر کے استعمال کا طریقہ سکھایا جس سے وہ اس قابل ہوا کہ زبانی تعلیم کی جگہ تحریر کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی۔ چنانچہ سب سے پہلے اس کو تورات کے ’’احکامِ عشرہ‘‘ الواح میں لکھ کر دیے گئے۔ پھر دوسرے نبیوں کی تعلیمات بھی قلمبند ہوئیں اور سب کے آخر میں سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اس طرح محفوظ کی گئی کہ قیامت تک اس میں کسی تحریف و تغیر کا ادنیٰ احتمال باقی نہ رہا‘‘۔ (تدبر قرآن‘ ج ۴‘ ص ۵۱۳)

یہاں یہ بات قابل تحقیق ہے کہ قلم کا باقاعدہ استعمال کب ہوا۔ اس بارے میں ایک حدیثِ نبویؐ بھی ہے کہ:

((اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ :اكْتُبْ‘ قَالَ :مَا اَكْتُبُ؟ قَالَ :اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ)) (۱)

’’سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا لکھ! قلم نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا: جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا‘‘۔

اس سے معلوم ہوا کہ تخلیق انسانی سے قبل ہی قلم کے استعمال کا آغاز ہو چکا تھا۔

ب) نٓ

ارشادِ ربانی ہے:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ①﴾ (القلم)

عام طور پر مشہور ہے کہ ’’نٓ‘‘ حروفِ مقطعات میں سے ہے‘ لیکن ’’ن‘‘ کا ایک معنی دوات بھی ہے‘ جیسا کہ عبدالرحمٰن بن جوزی (ت ۵۹۷ھ) کی تفسیر ’’**زاد المسیر فی علم التفسیر**‘‘ اور امام القرطبی (ت ۶۷۱ھ) کی ’’**الجامع لاحکام القرآن**‘‘ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ‘ ثُمَّ خَلَقَ النُّوْنَ‘ وَهِيَ الدَّوَاةُ)) (۲)

’’سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا‘ پھر ’’النون‘‘ اور وہ دوات ہے‘‘۔

کئی تفاسیر میں جیسے ’’**الجامع لاحکام القرآن**‘‘ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل ہے کہ ’’ن‘‘ سے مراد دوات ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کہ ’’النون‘‘ کے معنی مچھلی کے بھی ہیں۔ جیسا کہ

سورۃ الانبیاء کی آیت ۸۷ میں حضرت یونس علیہ السلام کو "ذوالنون" کہہ کر یاد کیا گیا اور سورۃ القلم کی آیت ۴۸ میں ان کا ذکر "صاحب الحوت" کے نام سے کیا گیا۔

ج) القِرطاس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ⑦﴾ (الانعام)

"(اے پیغمبر!) اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔"

اس آیت میں لفظ "قِرطاس" آیا ہے۔ امام راغب اصفہانی (ت ۵۰۲ھ) "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں کہ "(قرطاس) ہر وہ چیز ہے جس پر لکھا جائے"۔

مولانا امین احسن اصلاحی "تدبر قرآن" میں سورۃ الانعام کی آیت ۹۱ کے ذیل میں لکھتے ہیں:
"(قرطاس) صحیفہ اور ورق کو کہتے ہیں' چاہے وہ کسی چیز سے بنایا گیا ہو۔ اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہوں گی جو اِس زمانے میں لکھنے کے کام آتی تھیں"۔

اس کی جمع قراطیس ہے جو قرآن مجید میں سورۃ الانعام کی آیت ۹۱ میں وارد ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ج﴾

"ان سے پوچھو کہ وہ کتاب کس نے نازل کی جسے موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے' جو تمام انسانوں کے لیے نور اور ہدایت تھی' جسے تم پارہ پارہ (الگ الگ ورق) کر کے رکھتے ہو' کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو"۔

د) مِداد

ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا⑩⑨﴾ (الکہف)

"(اے نبیؐ!) کہو کہ اگر سمندر میرے ربّ کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ لازماً ختم

ہو جائے مگر میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں' بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں (تو وہ بھی کفایت نہ کرے)۔''

اس آیت میں مِدَاد کا ذکر ہے۔ اس کے اور معنی بھی ہیں' جیسے چراغ کا تیل' ہر چیز کی زیادتی' لیکن یہاں ''روشنائی'' کے معنی مراد ہیں۔ مرتضٰی الزبیدی کی کتاب ''تاج العروس من جواهر القاموس'' میں ابن الانباری کا قول نقل کیا گیا ہے کہ روشنائی کو مداد اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کاتب کی مدد کرتی ہے''۔

ضمنی طور پر یاد رکھیں کہ عربی قواعد میں اسم الآلہ کے تین اَوزان تو مشہور ہیں' یعنی مِفْعَل' مِفْعَال' مِفْعَلَة' لیکن چار اَوزان اور بھی ہیں: فعّالة' فاعلة' فاعول اور فِعال۔ اس آخری وزن کی مثال مِداد بھی ہے۔

آیت کے آخر میں مَدَدًا آیا ہے جس سے بقول امام راغب کے ''روشنائی'' کے معنی مراد ہیں۔

قرآن شریف میں اس سے فعل بھی استعمال ہوا ہے' جیسے سورۂ لقمان کی آیت ۲۷ میں فرمایا:

﴿وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ﴾

''اور سمندر (کا تمام پانی) روشنائی ہو اور سات سمندر اور (روشنائی) ہو جائیں۔''

يَمُدُّ کے معنی ''سیاہی بن جائیں'' کے ہیں' لیکن اس کے معنی ''وہ ڈھیل دیتا ہے'' کے بھی ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵ میں ''يَمُدُّهُمْ'' کے معنی ''ان کو بڑھاتا ہے'' کے ہیں' بشرطیکہ یہاں هُمْ کو منصوب علٰی نزع الخافض قرار دیں' جیسا کہ علامہ عبدالرشید نعمانیؒ کی کتاب ''لغات القرآن'' میں ذکر ہوا ہے۔

۶) لوح

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴿۲۲﴾﴾ (البروج) ''(قرآن مجید) لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔''

اس آیت میں لفظ ''لَوْحٍ'' استعمال ہوا ہے جس کے معنی ''لکھنے کی چوڑی تختی'' کے ہیں۔ لَوح کی جمع اَلواح ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۴۵ میں فرمایا: ﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔'' سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۰ میں فرمایا: ﴿وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ﴾ ''اور موسیٰ نے (جوش میں) الواح زمین پر پٹخ دیں۔'' سورۃ الاعراف آیت ۱۵۴ میں فرمایا: ﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ﴾ ''اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو اس نے الواح اٹھا لیں۔'' قرآن حکیم میں الواح ''کشتی کے تختے'' کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ القمر میں فرمایا: ﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴿۱۳﴾﴾ ''اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور کیلوں سے تیار شدہ (کشتی) میں سوار کیا۔''

مندرجہ بالا ذرائع و وسائل وہ تھے جنہیں کسی چیز کو احاطۂ تحریر و کتابت میں لانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اب انسانی بدن کے اُن اعضاء و جوارح کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو علم حاصل کرنے کے معاون ہوتے ہیں۔

ا) اَلْاٰذَان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ﴾ (الاعراف:۱۷۹)

''اور اُن کے کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں''۔

یہاں اٰذَانٌ کا ذکر ہے جس کا واحد اُذُنٌ ہے۔ اس کے معنی ''کان'' کے ہیں۔ یہ مؤنث ہے' کیونکہ انسانی بدن کے وہ اعضاء جو جوڑے کی شکل میں ہوں وہ مؤنث ہوتے ہیں' خواہ ان کے آخر میں ''ۃ'' ہو یا نہ ہو' لیکن چند اسماء مستثنیٰ ہیں' جیسے صدغ (کنپٹی)' مِرْفَقٌ (کہنی)' حاجب (ابرو) اور خد (رخسار) ہیں۔ کان حصولِ علم کا ایک اہم انسانی عضو ہے۔ اسی لیے سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴿۲۰۴﴾﴾

''اور جب قرآن شریف پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔

قرآن شریف میں قوتِ سامعہ کے لیے ''اَلسَّمْعُ'' بھی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۷ میں فرمایا: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے''۔ اور ''اَلسَّمْعُ'' سَمِعَ يَسْمَعُ سے مصدر کے طور پر قرآن شریف میں استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الشعراء میں فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴿۲۱۲﴾﴾ ''وہ تو سننے سے برطرف کر دیے گئے ہیں''۔

آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہوا ہوگا کہ سورۃ البقرۃ میں ''سَمْع'' (واحد) کیوں استعمال ہوا ہے' اَسْمَاع (جمع) کیوں نہیں آیا' جبکہ اس سے پہلے قُلُوْب اور اس کے بعد اَبْصَار جمع آئے ہیں؟ اس کا جواب مولانا امین احسن اصلاحی ''تدبر قرآن'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس چیز کا تعلق اہل زبان کے طریق استعمال سے ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ کم و بیش ۲۰۔۲۲ مقامات پر استعمال ہوا ہے اور اکثر جگہ قُلُوْب' اَفْئِدَۃ اور اَبْصَار کے ساتھ استعمال ہوا ہے' لیکن ہر جگہ سمع واحد ہی کی شکل میں استعمال ہوا ہے' کہیں بھی جمع کی شکل میں استعمال نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید زبان کے لحاظ سے بھی ایک معیاری چیز ہے' اس وجہ سے ماننا پڑے گا کہ فصحاء اس سیاق میں اس لفظ کو اسی طرح استعمال کرتے رہے ہیں''۔ (تدبر قرآن' ج ۱' ص ۱۱۰)

ب) اَلْاَعْیُن

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا﴾ (الاعراف:۱۷۹)

''اوراُن کی آنکھیں ہیں مگراُن سے دیکھتے نہیں۔''

اس کا واحد عَیْنٌ ہے۔ جمع اَعْیَان بھی آتی ہے اور عُیُوْن بھی۔ ''عین'' ایک عضو ہے' جو دیکھنے کے لیے ہے۔ آنکھوں کے لیے ابصار بھی قرآن کریم میں آیا ہے' جس کا واحد بصر ہے۔ سورۃ النجم کی آیت ۱۷ میں فرمایا: ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝﴾ ''ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ آگے بڑھی''۔

ج) الفُؤَاد

ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝﴾ (الاسراء)

''بے شک کان' آنکھ اور دل سب (کے اعمال وافعال) کی باز پرس ہوگی۔''

اس آیت میں ''اَلْفُؤَاد'' (دل) کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس کی جمع اَفْئِدَةٌ ہے جو قرآن شریف میں کئی مقامات پر وارد ہوا ہے۔ امام رازی نے اپنی تفسیر ''التفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب'' میں اَفْئِدَةٌ کا مفہوم ''عقول'' لیا ہے۔

غلام احمد پرویز سے لغات القرآن اور اس کی دیگر کتب سے نظری اختلاف ہونے کے باوجود الفؤاد کے بارے میں ان کی رائے نقل کی جارہی ہے' جو انہوں نے لغات القرآن میں بیان کی ہے:

''جب انسانی جذبات کی طرف اشارہ ہوگا تو فؤاد آئے گا اور جب انسانی فکر کے متعلق بات ہوگی تو قلب آئے گا۔ ان دونوں کی یہ تقسیم عمومی ہے' ورنہ ان دونوں کا استعمال دل کے معنی میں ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں سیاق وسباق کی رو سے دیکھنا چاہیے کہ کس مقام پر عقل وفکر مراد ہے اور کس مقام پر جذبات' اس فرق کی رو سے قلب اور فؤاد کے معنی کرنے چاہئیں۔ ہمارے ہاں کے لفظ ''دل'' کے معاملہ میں انگریزی کا لفظ mind زیادہ جامع ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں فؤاد سے مراد mind ہے یا جذبات۔ mind اس لیے کہ حواس کے ذریعے جو اطلاعات بہم پہنچتی ہیں وہ ان سے نتیجہ نکالتا ہے' اور جذبات اس لیے کہ اگر ان اطلاعات کو جذبات متاثر کردیں تو انسان کبھی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا''۔

''المعجم الوسیط'' جو عربی کی لغت ہے' اس میں لکھا ہے کہ ''ھو فارغ الفؤاد'' اس شخص کے

لیے بولا جاتا ہے جسے کوئی اندیشہ اور غم نہ ہو یا جو برے حال میں ہو۔ سورۃ القصص کی آیت ۱۰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں آیا ہے: ﴿وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا ؕ﴾ ''اُدھر موسیٰ کی والدہ کا دل اڑا جا رہا تھا۔''

قُلُوۡب اور اَفۡئِدَۃ کے ساتھ ایک اور لفظ ''صُدُوۡر'' ہے۔ انسان کا دل ''صدر'' (سینہ) میں ہی ہوتا ہے۔ یہ بات امام رازی (ت ۶۰۴ھ) نے اپنی تفسیر ''التفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب'' میں سورۃ الحج کی اس آیت کی روشنی میں کہی ہے: ﴿فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ﴿۴۶﴾﴾ ''بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں' بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہو جاتے ہیں۔''

بہرحال قرآن کریم میں کئی مقامات ہیں جہاں صدور سے قلوب مراد لیے جا سکتے ہیں۔ جیسے سورۂ آلِ عمران کی آیت ۲۹ میں فرمایا: ﴿قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡہُ یَعۡلَمۡہُ اللّٰہُ ؕ﴾ ''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اسے ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہے۔''

اس آیت میں ''صدور'' سے ''قلوب'' مراد لیے جا سکتے ہیں۔ ''صدر'' دراصل کسی چیز کو زبانی یاد کرنے میں ایک اہم عضو ہے۔ سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۹ میں ہے: ﴿بَلۡ ہُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ﴾ ''دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے۔'' سید امیر علی ملیح آبادی (ت ۱۹۱۹م) ''مواہب الرحمٰن'' میں اس آیت سے حافظِ قرآن کی فضیلت ظاہر کرتے ہیں۔ اس آیت کا ایک اور مطلب بھی ہے جسے امام ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ) نے ابن جریر کے حوالے سے نقل کیا ہے' یعنی آنحضرت ﷺ کا اُمّی ہونا' ان کے سینوں میں جو اہل کتاب میں سے ہیں۔

ج) اَیۡدِی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡہِمۡ ٭ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ ہٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ لِیَشۡتَرُوۡا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ فَوَیۡلٌ لَّہُمۡ مِّمَّا کَتَبَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَوَیۡلٌ لَّہُمۡ مِّمَّا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾﴾ (البقرۃ)

''پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں' پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کریں۔''

اس آیت میں لفظ ''اَیۡدٍ'' استعمال ہوا ہے جو یَدٌ کی جمع ہے۔ لکھنے کا کام ہاتھ سے ہی ہو سکتا ہے۔ امام البیضاوی (ت ۶۹۱ھ) ''انوار التنزیل و اسرار التاویل'' میں ذکر کرتے ہیں کہ اَیۡدی یہاں تاکید کے لیے ہے' جیسے کوئی شخص کہتا ہے: کَتَبۡتُہٗ بِیَمِیۡنِیۡ ''میں نے اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھا''۔

۵) اَرۡجُل

''اَرۡجُلٌ'' رِجۡلٌ کی جمع ہے۔ یہ عضو باقاعدہ طور پر قرآن مجید میں علم کے پس منظر میں تو نہیں آیا' لیکن حصولِ علم کے لیے کسی کے پاس جانا پڑتا ہے' اس کے لیے پاؤں ہی تو معاون ہوتے ہیں۔ اس کا معاون ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ وہ چل کر اُس شخص کے پاس جاتے ہیں جس کا سورۃ الکہف کی آیات ۶۰ تا ۶۵ میں ذکر ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس شخصیت کو ملنے کے لیے جاتے ہیں اس کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿وَعَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾﴾ ''اور اسے ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص علم کی تعلیم دی۔'' اس سفر میں چلنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ بھی ہو گئی جس کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا ہٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾﴾ ''اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔''

سورۃ الکہف کی ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ قصہ بیان ہوا ہے:

> ''(ذرا ان کو وہ قصہ سناؤ جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا تھا) جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں' ورنہ میں ایک زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔ پس جب وہ دونوں ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے' اور وہ نکل کر اس طرح دریا میں چلی گئی جیسے کوئی سرنگ لگی ہو۔ آگے جا کر موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا لاؤ ہمارا ناشتہ' آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں۔ خادم نے کہا آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے اس وقت مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھے ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔ مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔ موسیٰ نے کہا اسی کی تو ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں پر پھر واپس ہوئے' اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔''

۶) اَللِّسَان

''اللسان'' یہ عضو اور ''اللغۃ'' دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے' اس کی جمع اَلۡسِنَۃٌ' اَلسُنُ اور لُسُنٌ ہے۔ اللسان بطور عضو سورۃ البلد میں استعمال ہوا ہے: ﴿وَلِسَانًا وَّشَفَتَیۡنِ ﴿۹﴾﴾ ''اور زبان اور دو ہونٹ

(باقی صفحہ 80 پر)